وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمّم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان

الظفر لقول زفر

۱۳۳۵ھ

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ ضمنیہ

الظفر لقول زفر[۱۳]

وقت کی تنگی کے باعث جوازِ تیمم کے بارے میں امام زفر کے قول کی تقویت کا بیان (ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

ثم اعلم ان جواز التیمم لخوف فوت الوقت قول الامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علی خلاف مذھب ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم وقد وافقوہ فی روایۃ و شیدتہ فروع و اختارہ کبراء و قوی دلیلہ محققون و بیان ذلک فی جمل ۔

واضح ہو کہ امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کے برخلاف وقت فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کو جائز کہتے ہیں ۔ ائمہ ثلاثہ سے ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق بھی آئی ہے متعدد جزئیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ کچھ بزرگوں نے اسے اختیار بھی کیا ہے اور کئی محققین نے ان کی دلیل کو تقویت بھی دی ہے ۔ اس کا تفصیلی بیان جملہ کے عنوان سے چند جملوں میں رقم کیا جاتا ہے :

الجملۃ الاولٰی موافقۃ ائمتنا الثلثۃ لہ فی روایۃ

قال الشامی ھو قول زفر وفی القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا بحر اھ ثم قال قد علمت من کلام القنیۃ انہ روایۃ عن مشایخنا

جملہ اُولٰی ــــ ائمہ ثلاثہ کی موافقت

ہمارے تینوں ائمہ کی ایک روایت مذہب امام زفر کے موافق آئی ہے اس سے متعلق علامہ شامی لکھتے ہیں : "یہ امام زفر کا قول ہے اور قنیہ میں ہے کہ ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے ۔ بحر" اھ ــــ پھر شامی فرماتے ہیں اس سے پہلے قنیہ کی عبارت سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ

www.alahazratnetwork.org

الثلثة رضی اللہ تعالٰی عنہم[1] اھ۔

اقول رحمہ اللہ تعالٰی قد ابعد النجعۃ واتی بغیر صریح فان لفظ البحر عند قولہ لالفوت جمعۃ قدقدمنا عن القنیۃ ان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا[2] اھ والذی قدم عند قولہ لبعدہ میلا بعد ذکر فرع الکلّۃ الاٰقی لایخفی ان ھذا مناسب لقول زفر لالقول ائمتنا فانہم لایعتبرون خوف الفوت وانما العبرۃ للبعد کما قدمناہ کذا فی شرح منیۃ المصلی لکن ظفرت بان التیمم لخوف فوت الوقت روایۃ عن مشایخنا ذکرھا فی القنیۃ فی مسائل من ابتلی ببلیتین[3] اھ

ہمارے تینوں مشایخ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی ایک روایت ہے"۔ اھ۔ (ت)

اقول: خدا اپنی رحمت سے علامہ کو نوازے۔ تلاش مطلوب میں بہت دُور نکل گئے اور نقل وہ پیش کی جو صریح نہیں۔ اس لیے کہ لالفوت الجمعۃ (فوتِ جمعہ کے اندیشہ سے جوازِ تیمم نہیں) کے تحت بحر کے الفاظ یہ ہیں: "ہم قنیہ کے حوالے سے پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ کی ایک روایت ہے"۔ اھ اور اس سے پہلے جو ذکر کیا ہے وہ ان کی درج ذیل عبارت ہے جو لبعدہ میلا کے تحت کِلّۃ (مچھر دانی یا اسی قسم کا خیمہ) سے متعلق آنے والے جزئیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھی ہے: "پوشیدہ نہ رہے کہ یہ مسئلہ قول امام زفر سے مناسبت رکھتا ہے ہمارے ائمہ کے قول سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک فوت وقت کے اندیشہ کا اعتبار نہیں۔ صرف دُوری کا اعتبار ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ منیۃ المصلی کی شرح میں بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے جوازِ تیمم ہمارے مشایخ سے بھی ایک روایت میں آیا ہے۔ اسے قنیہ میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہونے والے سے متعلق مسائل کے تحت بیان کیا ہے"۔ اھ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹
[3] ایضاً ۱/۱۴۰

www.alahazratnetwork.org

فالمعروف اطلاق مشایخنا علی من بعد الائمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم نعم قد یستفاد من ھذا الاستدراك ان مرادہ بمشایخنا الائمۃ الثلثۃ والاوضح سندا والاجل معتمدا ما فی الحلیۃ والغنیۃ عن المجتبی عن الامام شمس الائمۃ الحلوانی المسافر اذا لم یجد مکانا طاھرا بان کان علی الارض نجاسات وابتلت بالمطر واختلطت فان قدر علی ان یسرع المشی حتی یجد مکانا طاھرا للصلاۃ قبل خروج الوقت فعل والا یصلی بالایماء ولایعید ثم قال الحلوانی اعتبر ھھنا خروج الوقت لجواز الایماء ولم یعتبرہ لجواز التیمم ثمہ وزفر سوی بینھما وقد قال مشایخنا فی التیمم انہ یعتبر الوقت ایضا والروایۃ فی ھذا روایۃ لہ اذ لافرق بینھما والروایۃ فی فصل التیمم روایۃ فی ھذا ایضا قال الحلوانی فاذا فی المسألتین جمیعا روایتان اھ[1]۔

یہ صریح اس لیے نہیں کہ معروف یہ ہے کہ مشایخ کا لفظ ان حضرات کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد آئے ہیں ـــــ ہاں ان کے اس استدراک (لیکن مجھے یہ بیان بھی ملا الخ) سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ "ہمارے مشایخ" کے لفظ سے وہ ائمہ ثلاثہ کو مراد لے رہے ہیں۔ سند کے لحاظ سے زیادہ واضح اور اعتماد کے لحاظ سے زیادہ جلیل القدر عبارت وہ ہے جو حلیہ اور غنیہ میں مجتبٰی سے، اور اس میں امام شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے: "مسافر کو جب پاک جگہ نہ ملے اس طرح کہ زمین پر نجاستیں پڑی ہوئی تھیں اور زمین بارش سے بھیگ کر نجاستوں سے آلودہ ہوگئی ـــــ تو اگر وہ یہ کرسکتا ہو کہ تیز چل کر ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں وقت نکلنے سے پہلے اسے نماز پڑھنے کے لیے کوئی پاک جگہ مل جائیگی تو ایسا ہی کرے ورنہ اشارے سے نماز ادا کرلے اور اس کا اعادہ اس کے ذمہ نہیں" ـــــ پھر حلوانی فرماتے ہیں، جوازِ اشارہ کے لیے یہاں خروجِ وقت کا اعتبار فرمایا ہے اور وہاں جوازِ تیمم کے لیے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور امام زفر نے دونوں جگہ برابری رکھی۔ اور ہمارے مشایخ نے تیمم کے بارے میں فرمایا ہے کہ وقت کا بھی اعتبار ہوگا ـــ اور اس (مسئلہ مسافر) میں روایت کا ہونا اُس (مسئلہ تیمم) میں بھی روایت ہونا ہے کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور مسئلہ تیمم میں روایت کا ہونا اس (مسئلہ مسافر) میں بھی روایت ہونا ہے۔ حلوانی فرماتے ہیں، تو دونوں ہی مسئلوں میں دو دو روایتیں ہوں گی۔" اھ (ت)

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳

www.alahazratnetwork.org

اقول الضمير فی قوله اعتبر ههنا ولم يعتبر ثم لمحمد ومسألة المسافر قول ائمتنا فالرواية عنهم فيها رواية عنهم فی التيمم انه يجوز لخوف فوت الوقت ومسألة التيمم انه لا يجوز لحفظ الوقت ايضا قولهم فالرواية فيها رواية فی مسألة المسافر انه يمشی حتی يخرج من ذلك المكان ولا يصلی ثمه وان خرج الوقت فاذن لهم فی كلتا المسألتين قولان غيران مسألة المسافر اشتهرت بحكم الاجازة ومسألة التيمم بحكم المنع فهذا اقوی ما يوجد من تقوية قول زفر بموافقة ائمتنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم۔

اقول: ان کی عبارت اعتبر ھھنا، ولم یعتبر ثم (یہاں اعتبار فرمایا اور وہاں اعتبار نہ کیا) میں ضمیر امام محمد کے لیے ہے۔ اور مسئلہ مسافر ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس مسئلہ میں ان سے روایت ہونا تیمم کے بارے میں بھی ان سے یہ روایت ہونا ہے کہ وقت نکل جانے کے اندیشہ سے بھی جائز ہے۔ اور مسئلہ تیمم کہ حفظ وقت کے پیش نظر تیمم جائز نہیں یہ بھی ہمارے ائمہ کا قول ہے تو اس میں روایت ہونا مسئلہ مسافر میں بھی یہ روایت ہونا کہ وہ اس جگہ سے چل کر نکل جائے اور وہاں نماز نہ پڑھے اگرچہ وقت جاتا رہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ دونوں ہی مسئلوں میں ان کے دو قول ہیں، یہ بات الگ ہے کہ مسئلہ مسافر حکم اجازت سے مشہور ہوگیا اور مسئلہ تیمم حکم ممانعت سے شہرت پاگیا۔ ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی موافقت سے امام زفر کے قول کی تقویت پر دستیاب ہونے والی یہ سب سے زیادہ قوی سند ہے۔

www.alahazratnetwork.org

الجملة الثانية فروع التشييد واختيار الكبراء، قال فی الحلية فی بيان قول زفر قد نقل الزاهدی فی شرحه هذا الحكم عن الليث بن سعد وقد ذكر ابن خلكان انه رأی فی بعض المجاميع ان الليث كان حنفی المذهب واعتمد هذا صاحب الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية فذكره فيها منهم اھ[1]

جملہ ثانیہ۔ تائیدی جزئیات اور بزرگوں کے قول امام زفر اختیار کرنے سے متعلق ہے۔ حلیہ میں قول امام زفر کے بیان میں ہے: "زاہدی نے اپنی شرح میں یہ حکم امام لیث بن سعد سے نقل کیا ہے۔ ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ بعض تالیفات میں انہوں نے یہ دیکھا کہ امام لیث حنفی المذہب تھے صاحب الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ نے اس پر اعتماد کیا اور اپنی کتاب میں امام لیث کا بھی ذکر کیا اھ۔"

---

[1] رد المحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

قال الشامی ثم رأیتہ منقولا عن ابی نصر بن سلام وھو من کبار الائمۃ الحنفیۃ قطعا[1] اھ۔

شامی فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ یہ قول ابونصر بن سلام سے بھی منقول ہے جو بلاشبہ کبار ائمہ حنفیہ میں ہیں" اھ (ت)

اقول وفی جامع الرموز التقیید بالمیل یدل علی ان فی الاقل لم یتیمم وان خاف خروج الوقت کما فی الارشاد لکن فی النوازل انہ یتیمم حینئذ[2] اھ بل فی الخلاصۃ لو لم یعلم ان بینہ وبین الماء میلا او اقل او اکثر ولکن خرج لیحتطب ولم یجد الماء ان کان بحال لو ذھب الی الماء خرج الوقت تیمم فی اٰخر الوقت ھکذا فی النوازل[3] اھ۔

اقول، جامع الرموز میں ہے: "میل کی قید یہ بتاتی ہے کہ اس سے کم دوری ہو تو تیمم کی اجازت نہیں اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، جیسا کہ ارشاد میں ہے ـــ لیکن نوازل میں ہے کہ ایسے وقت میں تیمم کرلے" اھ۔ بلکہ خلاصہ میں ہے کہ "اگر یہ پتا نہ ہو کہ اس کے اور پانی کے مابین ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم وبیش ہے لیکن (جنگل سے) لکڑی لانے کے لیے نکلا اور اسے پانی نہ ملا اگر ایسی حالت ہو کہ پانی تک جائے تو وقت نکل جائیگا تو وہ آخر وقت میں تیمم کرلے۔ ایسا ہی نوازل میں ہے" اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وفی الحلیۃ اطلق الفقیہ ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ جواز التیمم اذا کان بینہ وبین الماء مسافۃ لایقطعھا فی وقت الصلاۃ[4] اھ وفیھا عن المجتبی والقنیۃ وفی الھندیۃ عن الزاھدی والکفایۃ کلھا عن جمع العلوم لہ التیمم فی کلۃ لخوف البق او مطر او حر شدید[5] اھ

اور حلیہ میں ہے: "فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں اس صورت میں تیمم کو مطلقاً جائز کہا ہے جب اس کے اور پانی کے مابین اتنی مسافت ہو جسے وقتِ نماز کے اندر طے نہیں کرسکتا" اھ اور حلیہ میں بحوالہ مجتبٰی وقنیہ ـــ اور ہندیہ میں بحوالہ زاہدی وکفایہ اور ان سب میں بحوالہ جمع العلوم یہ ہے: "مچھر یا بارش یا سخت گرمی کا اندیشہ ہو تو کلہ (مچھر دانی جیسے چھوٹے

---

[1] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰
[2] جامع الرموز فصل فی التیمم مطبعۃ الاسلامیہ ایران ۱/۶۵
[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۱
[4] حلیہ
[5] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸

وفیہا وفی البحر عن المبتغی بالغین من کان فی کلۃ جاز تیممہ لخوف البق او مطرا وحر شدید ان خاف فوت الوقت اھ[1] وفیہا عن القنیۃ عن نجم الائمۃ البخاری لوکان فی سطح لیلا وفی بیتہ ماء لکنہ یخاف الظلمۃ ان دخل البیت لایتیمم اذا لم یخف فوت الوقت قال وفیہ اشارۃ الی انہ اذا خاف الوقت تیمم اھ[2]۔

وفی البحر عنہا اعنی القنیۃ بلفظ تیمم ان خاف فوت الوقت اھ[3] ولم یعزہ لنجم الائمۃ بل جعلہ تفریعا علی الروایۃ عن مشایخنا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

قال فی الحلیۃ بعد ایرادھا ھذا کلہ فیما یظھر تفریع علی مذھب زفر فانہ لاعبرۃ عندہ للبعد بل للوقت بقاء وخروجا قال ولعل ھذا من قول ھؤلاء المشائخ اختیار لقول زفر فان الحجۃ لہ علی ذلک قویۃ اھ[4]

خیمہ) میں تیمم کرسکتا ہے"۔ اھ حلیہ اور بحر میں مبتغی (غین سے) کے حوالہ سے ہے: "جو کسی مچھردانی جیسے محفوظ چھوٹے خیمہ میں ہو تو مچھر یا بارش، یا سخت گرمی کے اندیشہ سے اس کے لیے تیمم جائز ہے اگر وقت نکل جانے کا خطرہ ہو"۔ اھ اور حلیہ میں بحوالہ قنیہ نجم الائمہ بخاری سے نقل ہے: "اگر رات کو چھت پر ہو اور گھر کے اندر پانی ہے لیکن گھر کے اندر داخل ہوتا ہے تو تاریکی کا خطرہ درپیش ہے ایسی صورت میں اگر وقت نکلنے کا اندیشہ نہ ہو تو تیمم نہ کرے ___ فرمایا: اس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اگر وقت نکلنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے اھ

بحرالرائق میں قنیہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل ہیں: "اگر وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے" اھ۔ بحر نے اسے نجم الائمہ کی طرف منسوب نہ کیا بلکہ اسے مشایخ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت پر تفریع قرار دیا۔

حلیہ میں عبارات بالا نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

"بظاہر یہ سب امام زفر کے مذہب پر تفریع ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک دوری کا اعتبار نہیں بلکہ وقت باقی رہنے اور نکل جانے کا اعتبار ہے" ___ فرمایا ___ شاید ان مشایخ کے یہ اقوال اس بنیاد پر ہیں کہ انھوں نے امام زفر کا قول اختیار کیا ہے کیونکہ اس مسئلہ سے متعلق امام زفر کی دلیل قوی ہے اھ۔

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۶

[2] حلیہ [3] بحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[4] حلیہ

28 بل قد ذکر الشامی ان الفتوی
28 فی ھذا علی قول زفر وانه احد المواضع العشرین التی یفتی فیها بقوله ذکرها فی باب النفقة کتاب الطلاق ونظمها نظما حسنا قال فیه وبعد فلا یفتی بما قاله زفر سوی صور عشرین تقسیمها انجلی ؛ لمن خاف فوت الوقت ساغ تیمم ؛ ولکن لیحتط بالاعادة غاسلاً[1] ۔

بلکہ علامہ شامی نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں فتوٰی امام زفر کے قول پر ہے اور یہ ان بیس مقامات میں سے ایک ہے جن میں امام زفر کے قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے، کتاب الطلاق باب النفقہ میں ذکر کیا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے نظم کیا ہے۔ نظم میں یہ ہے (حمد وصلوٰۃ کے بعد) امام زفر کے قول پر فتوی نہ دیا جائیگا مگر صرف بیس صورتوں میں جن کی تقسیم روشن ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اس کے لیے جسے وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تیمم جائز ہے لیکن احتیاطاً پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے۔"

الجملة الثالثة تقویة دلیله

ویستدل له بوجوه ؛

جملۂ ثالثہ — دلیل امام زفر کی تقویت

اس پر چند طرح استدلال کیا جاتا ہے:

اوّلها ما قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر له ان التیمم لم یشرع الا لتحصیل الصلاة فی وقتها فلم یلزمه قولهم ان الفوات الی خلف کلا فوات[2] اھ

دلیل اوّل: محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا ہے: امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ تیمم اسی لیے تو مشروع ہوا ہے کہ نماز کی ادائیگی وقت کے اندر کی جاسکے۔ لہذا اس جواب سے ان پر الزام نہیں آتا کہ "نماز کا نائب کی جانب فوت ہونا، فوت نہ ہونے کی طرح ہے۔

واجیب عنه اوّلاً کما ابدی البحران جوازه للمسافر بالنص لا لخوف الفوت بل لاجل ان لا تتضاعف علیه الفوائت ویحرج

جواب — اوّلاً: جیسا کہ بحر نے اظہار کیا: "مسافر کے لیے" نص سے" تیمم کا جواز فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذمہ فوت شدہ نمازیں زیادہ نہ ہوں اور قضائیں

---

[1] ردالمحتار باب النفقة مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲۶

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۲۳

www.alahazratnetwork.org

فی القضاء[1]۔

اقول[1] لافائدۃ لقولہ جوازہ بالنص فان النص لیس تعبدیا کما یفیدہ اٰخر کلامہ ولوکان کذالم یجیزوہ لصلاۃ الجنازۃ والعید فان النص انما ورد فی المریض والمسافر۔

اما التعلیل **فاقول** اما[2] تجیزونہ لبعد الماء میلا ولو فی جھۃ مسیرہ فاف فیہ تضاعف الفوائت **وایضا** خوف[3] التضاعف انکان ففی الاسفار البعیدۃ ولیس السفر فی الکریمۃ سفر القصر بل یشمل من خرج من المصر ولو لاحتطاب او احتشاش او طلب دابۃ کما افادہ فی الخانیۃ والمنیۃ وقال فی الھدایۃ والعنایۃ جواز التیمم لمن کان خارج المصر وان لم یکن مسافرا اذا کان بینہ وبین الماء میل[2] اھ

وقد نقلتم عن الخانیۃ

اسے زحمت نہ ہو" اھ

اقول: نص سے "جواز کہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے کہ نص تعبدی نہیں (بلکہ قیاسی اور معلّل ہے) جیسا کہ ان کی آخری عبارت سے خود ہی مستفاد ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نماز جنازہ اور نماز عید کیلئے بھی تیمم جائز نہ کہتے کیونکہ نص تو صرف مریض اور مسافر کے بارے میں آئی ہے۔

اب انہوں نے جو علّتِ جواز بیان کی ہے اس پر کلام کیا جاتا ہے **فاقول** کیا آپ حضرات اس کے قائل نہیں ہیں کہ پانی ایک میل کی دُوری پر ہو تو تیمم جائز ہے؟ اگرچہ پانی اس کی سمتِ سیری میں ہو۔ اس میں فوت شدہ نمازوں کی زیادتی کہاں ہے؟ یہ بات بھی ہے کہ اگر زیادتی فوائت کا اندیشہ ہے تو دور دراز سفروں میں ہے مگر آیت کریمہ میں جو سفر مذکور ہے اس سے خاص سفرِ قصر مراد نہیں بلکہ یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو شہر سے باہر ہو اگرچہ لکڑی کاٹنے، یا گھاس لانے، یا سواری کا جانور ڈھونڈنے ہی کے لیے نکلا ہو، جیسا کہ خانیہ اور منیہ میں افادہ فرمایا ہے۔ اور ہدایہ وعنایہ میں ہے: "تیمم کا جواز ہر اس شخص کے لیے ہے جو شہر کے باہر ہو اگرچہ مسافر نہ ہو بشرطیکہ اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو" اھ

خود آپ ہی نے خانیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے

---

[1] البحر الرائق باب التیمم قول لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] العنایۃ مع الفتح باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۷

www.alahazratnetwork.org

ان قلیل السفر وکثیره سواء فی التیمم والصلاة علی الدابة خارج المصر انما الفرق بین القلیل والکثیر فی ثلثة فی قصر الصلوة والافطار ومسح الخفین[1] اھ واذا ثبت ذلك ثبت ان لیس تشریعه الا لاحراز الوقت۔ **وثانیا** التقصیر جاء من قبله فلا یوجب الترخیص علیه[2] اھ فتح۔

کہ "بیرونِ شہر تیمم اور سواری پر ادائے نماز کے معاملہ میں قلیل وکثیر سفر سب برابر ہیں۔ قلیل وکثیر کے درمیان فرق صرف تین مسائل میں ہے: (i) نماز میں قصر کرنا (ii) روزہ قضا کرنا (iii) موزوں پر مسح کی مدت کم وبیش ہونا" اھ۔ جب یہ ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے کہ تیمم کی مشروعیت تحفظِ وقت ہی کے لیے ہوئی ہے۔ **ثانیاً:** تقصیر وکوتاہی خود اس کی جانب سے ہوئی تو یہ اس کے لیے موجبِ رخصت نہ ہو سکے گی اھ۔ فتح القدیر۔

اقول تقریره سلمنا ان التیمم لحفظ الوقت لکن انما یستحقه من لیس ضیق الوقت من قبله کمن خاف عدوا او مرضا فانه ان ینتظر یذهب الوقت من دون تفریط منه فرخص له الشرع فی التیمم کیلا یفوته الوقت اما هذا فقد قصر واخر بنفسه حتی ضاق الوقت عن الطهارة والصلاة فلا یستحق الترفیه بالترخیص۔

اقول: اس جواب کی تقریر اس طرح ہوگی، ــــ ہمیں تسلیم ہے کہ تیمم وقت کے تحفظ کی خاطر ہے لیکن جو ایسا ہو کہ وقت کی تنگی خود اس کی طرف سے نہ پیدا ہوئی وہی اس کی رخصت کا مستحق ہوگا مثلاً وہ شخص جسے کسی دشمن یا مرض کا خطرہ ہو کہ وہ اگر انتظار کرتا ہے تو وقت نکل جائے گا اور خود اس کی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں تو اس کے لیے شریعت نے تیمم کی رخصت دی ہے تاکہ وقت فوت نہ ہو لیکن اس شخص نے تو کوتاہی کی ہے اور خود ہی نماز یہاں تک مؤخر کردی کہ وقت میں طہارت اور نماز کی گنجائش نہ رہی تو ایسا شخص رخصت کی آسائش پانے کا حقدار نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

اوردہ فی الفتح بانه انما یتم اذا

فتح القدیر میں اس جواب کو ان الفاظ سے رد کر دیا ہے کہ "یہ جواب اسی وقت تام ہوگا جب

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

[2] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

اخر لا لعذر اھ[1]۔

اقول ای معان الحکم عام عند الفریقین وکیف یقال جاء التقصیر من قبلہ فیمن نام فما استیقظ الا وقد ضاق الوقت عن الطہارۃ بالماء واداء الفرض وھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ[2] رواہ مسلم عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذا من نسی صلٰوۃ ولم یتذکر الا عند ضیق الوقت و قد رفع عن امتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخطاء والنسیان[3] فلا تقصیر من ناس۔

بل **اقول** مثنیا[ف1] الرخص[ف2] الالٰھیۃ مباحۃ عندنا للمطیع والعاصی فمن سافر لمعصیۃ حل لہ الفطر

اس نے بغیر کسی عذر کے نماز مؤخر کر دی ہو۔" اھ

اقول: مقصد یہ ہے کہ حکم تو (بلا عذر تاخیر کرنے والے اور عذر کی وجہ سے تاخیر کرنے والے) دونوں ہی کے لیے فریقین کے نزدیک عام ہے (جس کے یہاں جواز ہے تو دونوں کے لیے، جس کے یہاں عدمِ جواز ہے تو دونوں کے لیے) اب وہ شخص جو سو گیا بیدار ہوا تو ایسے ہی وقت کہ پانی سے طہارت اور ادائے فرض کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ خود اسی کی جانب سے کوتاہی ہوئی جب کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرما رہے ہیں: "نیند (کی صورت) میں کوتاہی نہیں کوتاہی تو بیداری (کی صورت) میں ہے۔" یہ حدیث امام مسلم نے ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ ایسے ہی وہ شخص جسے نماز کا خیال نہ رہا یاد آئی تو وقت تنگ ہو چکا ہے۔ خطا و نسیان تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت سے اٹھا لیا گیا ہے تو نسیان والے کی جانب سے بھی کوتاہی نہیں۔

بلکہ **اقول مثنیا** (دوسرے نمبر پر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ) خدا کی دی ہوئی رخصتیں ہمارے نزدیک مطیع و عاصی دونوں ہی کے لیے عام ہیں۔ جو کسی معصیت کے لیے سفر کر رہا ہے اس کے لیے بھی روزہ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۳

[2] سنن ابی داؤد باب فیمن نام عن صلٰوۃ مطبع مجتبائی لاہور ۱/۶۴

[3] سنن ابن ماجہ طلاق المکرہ والناسی " " " ص ۱۴۸

بل وجب علیه القصر ومن اجنب بالزنا والعیاذ باللّٰہ تعالٰی ولم یجد ماء جاز له التیمم بل افترض علیه۔

نہ رکھنا جائز ہے بلکہ اس کے ذمہ نماز قصر کرنا واجب ہے — اور جسے زنا کی وجہ سے — والعیاذ باللہ تعالٰی — جنابت ہوئی اور پانی نہ پا سکا اس کے لیے بھی تیمم جائز بلکہ فرض ہے۔

ثم رأیت تلمیذه المحقق الحلبی فی الحلیة نقل کلامه وایده و بحث فی التأخیر بلاعذر بعین مابحثت وللّٰه الحمد قال لکن المذهب ان المطیع والعاصی فی الرخص سواء[1] اھ۔

پھر میں نے دیکھا کہ امام ابن الہمام کے شاگرد محقق حلبی نے حلیہ میں ان کی عبارت نقل کرکے اس کی تائید کی ہے — اور "تاخیر بلاعذر" سے متعلق بعینہ یہی بحث کی ہے جو میں نے کی — وللہ الحمد — ان کے الفاظ یہ ہیں: "لیکن مذہب یہ ہے کہ رخصتوں کے معاملہ میں مطیع وعاصی یکساں ہیں" اھ

وافاد فائدة اخری فقال لو قیل تأخیرہ الی هذا الحد عذر جاء من قبل غیر صاحب الحق لقیل فینبغی ان یقال یتیمم ویصلی ثم یعید بالوضوء کمن لم یقدر علی الوضوء من قبل العباد[2] اھ

بلکہ انہوں نے ایک اور افادہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: "اگر یہ کہا جائے کہ اس حد تک تاخیر ایسا عذر ہے جو غیر صاحب حق کی جانب سے رُونما ہوا۔ تو اس کے جواب میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے جیسے وہ شخص جو بندوں کی جانب سے پیدا ہونے والے کسی عذر کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہو۔ اھ (ت)

اقول هذا الامر لادخل له فی البحث من قبل احد من الفریقین فلیس لاحدهما ان یبدئ به او یعید اما ائمتنا فلانهم لا یقولون بالتیمم واما زفر فلانه لا یقول بالاعادة بل کان حقه ان یقرر هکذا

میں کہتا ہوں فریقین میں سے کسی جانب سے بحث میں اس کلام کا کوئی دخل نہیں، اس لیے یہ کسی کا قول نہیں کہ پہلے تیمم کرلے، پھر پانی سے اعادہ کرے۔ ہمارے ائمہ کے نزدیک اس لیے کہ وہ یہاں جوازِ تیمم کے قائل ہی نہیں اور امام زفر کے نزدیک اس لیے کہ وہ اعادہ کے قائل نہیں۔ اس مقصد کی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

لیکون **مثلّثا** لما فی الفتح ان غایتہ ماقلتم ان التقصیر من قبلہ ان تأمروہ بالتیمم ثم الاعادۃ کما ھو حکم کل عذر جاء من قبل العباد لا ان تحجروا علیہ التیمم رأسا۔

تقریر اس طرح ہونی چاہئے تاکہ فتح کی عبارت سے متعلق یہ **تثلیث الکلام** ہوجائے کہ آپ نے جو فرمایا کہ کوتاہی خود اس کی جانب سے ہُوئی تو اس پر زیادہ سے زیادہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ حکم یہ دیں کہ وہ تیمم کرلے پھر اعادہ کرے جیسا کہ یہ ہر اُس عذر کا حکم ہے جو بندوں کی جانب سے رُونما ہوا ہو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اسے آپ تیمم سے بالکل ہی روک دیں۔ (ت)

وثانیھا ھذہ صلٰوۃ الخوف ماشرعت الا لحفظ الوقت۔

دلیل دوم: یہ نمازِ خوف ہے جس کی مشروعیت تحفّظِ وقت کے لیے ہی ہُوئی ہے۔

واجاب عنہ فی البحر بان صلاۃ الخوف للخوف دون خوف الفوت[1] اھ۔

اس کا جواب بحر میں یہ دیا ہے کہ: "نمازِ خوف تو خوف کی وجہ سے ہے، فوتِ وقت کے اندیشہ سے نہیں ہے۔" اھ

اقول سبحٰن اللہ ما کان الخوف لیوجب الاتیان بھا فی الوقت مع ارتکاب المنافی بل کانوا بسبیل من تأخیرھا الی ان یطمئنوا کما قلتم فی بحرکم فی عدۃ فروع:

www.alahazratnetwork.org

اقول: سبحان اللہ۔ خوف کی حیثیت اتنی بڑھی ہُوئی نہیں کہ منافی نماز کے ارتکاب کے ساتھ وقت کے اندر نماز کی ادائیگی لازم کرے بلکہ ان کے لیے امن واطمینان ہونے تک تاخیر کی گنجائش تھی جیسا کہ بحر کے اندر متعدد جزئیات میں خود آپ ہی اس کے قائل ہیں۔ چند جزئیات درج ذیل ہیں:

منھا ان دحم جمع علی بئر لایمکن الاستقاء منھا الا بالمناوبۃ لضیق الموقف اولاتحاد اٰلۃ الاستقاء ونحو ذلک وعلم انھا لاتصیر الیہ الا بعد خروج الوقت یصبر عندنا لیتوضأ بعد الوقت وعند زفر

جزئیہ ۱: کسی کنویں پر ایک ہجوم جمع ہے اور باری باری پانی نکالنے کے سوا کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ کھڑے ہونے کی جگہ تنگ ہے یا ڈول رسّی ایک ہی ہے یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہے۔ اب یہ دیکھتا ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائیگا تو ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

یتیمم [1]

انتظار کرے تاکہ وقت کے بعد وضو کر سکے، اور امام زفر کے نزدیک یہ حکم ہے کہ تیمم کرلے۔

ومنہا جمع من العراۃ لیس معھم الا ثوب یتناوبونہ وعلموا ان النوبۃ لا تصل الیہ الا بعد الوقت فانہ یصبر ولا یصلی عاریا [2]۔

جزئیہ ۲: چند آدمی برہنہ ہیں جن کے پاس (ستر عورت کے قابل) ایک ہی کپڑا ہے جسے باری باری باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے کسی کو معلوم ہے کہ جب تک اس کی باری آئے گی وقت نکل جائے گا تو وہ انتظار کرے اور برہنہ نماز نہ پڑھے۔

ومنہا اجتمعوا فی سفینۃ او بیت ضیق ولیس ھناک موضع یسع ان یصلی قائما لا یصلی قاعدا بل یصبر ویصلی قائما بعد الوقت [3]

جزئیہ ۳: کسی کشتی یا تنگ کوٹھڑی میں لوگ جمع ہیں جہاں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر نہ پڑھے بلکہ انتظار کرے اور وقت گزر جانے کے بعد کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔

ومنہا معہ ثوب نجس وماء لغسلہ ولکن لو غسل خرج الوقت لزم غسلہ وان خرج [4]

جزئیہ ۴: کسی کے پاس ایک ناپاک کپڑا ہے اور اس کے دھونے کے لیے پانی بھی موجود ہے لیکن اگر کپڑا دھونے میں لگتا ہے تو نماز کا وقت نکل جائیگا اس پر لازم ہے کہ کپڑا دھوئے (اور پاک کپڑے سے ہی نماز ادا کرے) اگرچہ وقت نکل جائے۔

www.alahazratnetwork.org

ومنہا کذا لو کان مریضا عاجزا عن القیام او استعمال الماء فی الوقت ویغلب علی ظنہ القدرۃ بعدہ [5] انہ یؤخر ولا یصلی فی الوقت۔

جزئیہ ۵-۶: کوئی ایسا مریض ہے جو بروقت کھڑا ہونے پر قادر نہیں، یا ایسا بیمار ہے کہ ابھی وقت نماز میں پانی نہیں استعمال کرسکتا اور ظن غالب ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد کھڑے ہونے یا پانی استعمال کرنے پر قدرت ہوجائیگی، تو وہ حصولِ قدرت تک نماز مؤخر کرے اور وقت کے اندر (بلا قیام یا تیمم سے) نماز نہ پڑھے۔

ومنہا وعدہ صاحبہ ان

جزئیہ ۷: کسی سے اس کے ساتھی نے

---

[1] تا [5] البحر الرائق باب التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰

يطيعه الاناء فرع عليه محمد انه ينتظر وان خرج الوقت لان الظاهر الوفاء بالعهد فكان قادرا على الاستعمال ظاهرا۔[1]

برتن دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر امام محمد نے یہ تفریع کی ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ وُہ وعدہ وفا کرے گا تو ظاہراً وہ استعمال پر قادر ہے۔

ومنها كذٰا اذا وعد الكاسي العاري ان يعطيه الثوب اذا فرغ من صلاته لم تجزه الصلاة عريانا لما قلنا نقلتم هذين عن البدائع والبواقي عن التوشيح ولكن المولٰى سبحنه وتعالٰى لم يرض لهم بتفويتها عن وقتها وشرع لهم صلاة الخوف فما كان الا لحفظ الوقت۔

جزئیہ ۸ : اسی طرح کپڑے والے نے برہنہ سے وعدہ کیا کہ میں نماز سے فارغ ہو کر تجھے کپڑا دے دوں گا تو اسے برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وجہ وہی ہے جو اوپر بیان ہُوئی۔ جزئیہ (۷و۸) آپ نے بدائع سے نقل کیا، باقی توشیح سے۔ (ان جزئیات کی روشنی میں خوف والوں کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے تھا کہ وہ زوالِ خوف کا انتظار کریں اگرچہ وقت نکل جائے) لیکن مولٰی سبحانہ وتعالٰی نے ان کے لیے نماز فوت کرنا پسند نہ کیا اور نمازِ خوف مشروع فرمائی تو یہ نماز تحفظِ وقت ہی کے لیے تو ہُوئی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ثم اقول الفرعان[2] الاخيران عن محمد واليه عزاهما في البدائع والحكم فيهما عند امامنا رضي الله تعالٰى

دلیل ۳-۴ ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں) آخری دونوں جزئیے امام محمد سے منقول ہیں اور بدائع میں ان ہی کی طرف انہیں منسوب کیا ہے ہمارے امام اعظم

عـہ قال في الخانية مع رفيقه دلو مملوك رفيقه قال انتظر حتى استقى الماء ثم ادفعه اليك فالمستحب له ان ينتظر الى اخر الوقت فان تيمم ولم ينتظر جاز وكذا

خانیہ میں ہے: "کسی مسافر کے ہم سفر کے پاس اسی ہم سفر کا مملوکہ ڈول ہے اس نے مسافر سے کہا تم انتظار کرو میں پانی نکال لوں تو تمہیں ڈول دوں گا۔ تو مسافر کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر اس نے بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز ہے۔ اسی طرح

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[2] البحر الرائق آخر قول لا لفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

عنه انه یصلی فی الوقت متیمما او عاریا لان القدرة علی ماسوی الماء لایثبت عندہ بالاباحة کما سیأتی۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں حکم یہ ہے کہ وُہ وقت کے اندر تیمم سے یا برہنہ نماز پڑھ لے اس لیے کہ ان کے نزدیک پانی کے علاوہ چیزوں پر اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔

اقول وھذا ایضا من مؤیدات زفر اذلولاحفظ الوقت لأمر بالتاخیر لاسیما

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے بھی امام زفر کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اس لیے کہ اگر تحفظِ وقت ملحوظ نہ ہوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لوکان عریانا ومعہ رفیقہ ثوب فقال لہ انتظر حتی اصلی ثم ادفعہ الیك یستحب لہ ان ینتظر الی اٰخرالوقت فان لم ینتظر وصلی عریانا جاز فی قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ ولوکان مع رفیقہ ماء یکفی لہما فقال انتظر حتی افرغ من الصلاۃ ثم ادفعہ الیك لزمہ ان ینتظر وان خاف خروج الوقت ولو تیمم ولم ینتظر لایجوز فالاصل عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ ان فی المملوك لاتثبت القدرة بالبذل والاباحة وفی الماء تثبت القدرة بالاباحة[1] اھ **اقول** والجملة الثانیة محل الاستثناء من الاولٰی لان الکلام فی ماء مملوك واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر برہنہ ہے اور اس کے رفیق کے پاس ایک کپڑا ہے اس نے کہا انتظار کرو میں نماز پڑھ کر تمہیں دُوں گا، تو اس کے لیے آخر وقت تک انتظار کرلینا مستحب ہے۔ اگر انتظار نہ کیا اور برہنہ نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر یہ جائز ہے۔ اور اگر رفیقِ سفر کے پاس اتنا پانی تھا جو دونوں کو کافی ہوتا اس نے کہا انتظار کرو میں نماز سے فارغ ہوجاؤں تو تمہیں پانی دُوں گا، اس صورت میں اس پر انتظار کرنا لازم ہے اگرچہ وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر بلا انتظار تیمم کرلیا تو جائز نہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ضابطہ یہ ہے کہ بذل و اباحت سے مملوک میں قدرت ثابت نہیں ہوتی، اور پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے۔ اھ **اقول** دوسرا جملہ پہلے جملہ سے استثناء کے طور پر ہے اس لیے کہ گفتگو مملوک پانی ہی کی ہے (تو معنٰی یہ ہُوا کہ مملوک چیزوں میں اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی مگر مملوک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہوجاتی ہے ۱۲ محمد احمد) واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التیمم فصل فیما یجوز لہ التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

www.alahazratnetwork.org

مع الوعد فھذان **ثالث دلائلہ و رابعھا۔**

تو تاخیر کا حکم ہوتا خصوصاً اس صورت میں جبکہ کسی نے وعدہ کرلیا ہے تو یہ ان کی تیسری اور چوتھی دلیل ہوئی۔

اما الفرع الخامس والسادس

اب جزئیہ ۵، ۶ کو دیکھئے۔

فاقول لا اری [ف۱] ان یکون المذھب فیہ الامر بتفویت الصلاۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورت عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔

قال ربنا تبارک وتعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[۱] ولا ینظر فیھا الا الی الحالۃ الراھنۃ الا تری ان [ف۲] راجی الماء اٰخر الوقت لیس علیہ التاخیر بل لہ ان یصلی الاٰن متیمما۔

ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو۔" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائیگی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وقد قال فی الدر [ف۳] امرہ الطبیب بالاستلقاء لبزغ الماء من عینہ صلی بالایماء لان حرمۃ الاعضاء کحرمۃ النفس[۲] اھ ومعلوم ان [ف۳] الطبیب لا یأمرہ بالسکون الا مدۃ قلیلۃ وربما لا تزید علی یوم ولیلۃ فامروا ان یؤمی لا ان یؤخر فھذہ الفروع الاربعۃ الجواب الصواب فیھا علی مذھب امامنا رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یصلی کما قدر

درمختار میں ہے، "آنکھ کا آپریشن کرنے اور پانی نکالنے کی وجہ سے طبیب نے بیمار کو حکم دیا کہ چت لیٹا رہے تو وہ اشارہ سے نماز پڑھے اس لیے کہ حرمتِ اعضاء بھی حرمتِ جان کی طرح ہے" اھ یہ معلوم ہے کہ طبیب زیادہ زمانہ تک حرکت کی ممانعت نہیں رکھتا بلکہ عموماً قلیل مدت تک جو ایک شبانہ روز سے زیادہ نہیں ہوتی پرسکون رہنے کا حکم دیتا ہے اس کے باوجود فقہائے اسے اشارہ سے نماز پڑھ لینے کا حکم دیا یہ نہ فرمایا کہ (اجازتِ حرکت و

۱؎ القرآن ۶۴/ ۱۶

۲؎ الدرالمختار باب المریض مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۳

فی الوقت ولا یعید۔

قیام تک) نماز مؤخر کرے۔ تو ان چاروں جزئیات (۵ تا ۸) میں ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب پر حکم صحیح یہ ہوگا کہ جس طرح بھی اسے قدرت ہے ویسے ہی وہ وقت کے اندر نماز ادا کرے اور بعد وقت اس کا اعادہ بھی نہیں۔ (ت)

اما الفروع الاربعۃ الاول **فاقول** کذا الحکم فیھا بید انہ یعید اما الحکم فلما قدمت عن الحلیۃ والغنیۃ عن شمس الائمۃ انہ لافرق فی تلک الفروع وان الروایۃ فی احدھا روایۃ فی سائرھا وقد کان ھناک اعنی فرع شمس الائمۃ التلبس بالنجاسۃ ولو فی القدمین او الخفین مع ترک الرکوع والسجود ولیس فی ھذا الفرع الرابع الا التلبس بنجس واما الاعادۃ فلغلبۃ من مراعاۃ اصل المذھب مع مافی الفروع الثلثۃ الاول من صورۃ المنع من جھۃ العباد واللہ تعالٰی اعلم بسبیل الرشاد۔

اب رہے پہلے چار جزئیات **فاقول** ان میں بھی یہی حکم ہوگا فرق یہ ہے کہ ان صورتوں میں بعد وقت اعادہ بھی کرنا ہوگا۔ وقت کے اندر ادائے نماز کا حکم ہم نے اس قاعدہ اور جزئیہ سے اخذ کیا جو حلیہ و غنیہ کے حوالہ سے شمس الائمہ سے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کیا کہ ان جزئیات میں فرق نہیں اور ایک میں روایت دوسرے میں بھی روایت ہے۔ اور وہاں یعنی شمس الائمہ کے بیان کردہ جزئیہ میں یہ تھا کہ نجاست سے اتصال لازم آتا تھا اگرچہ صرف قدموں یا موزوں ہی میں اور رکوع وسجود ترک ہوتا تھا۔ اور اس چوتھے جزئیہ میں بھی یہی نجس (کپڑے) سے اتصال لازم آرہا ہے۔ اور اعادہ کا حکم اس لیے کہ اصل مذہب کی رعایت ہوجائے ساتھ ہی پہلے تین جزئیوں میں یہ بات بھی ہے کہ بندوں کی جانب سے رکاوٹ کی صورت پائی جارہی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

وخامسھا تجیزونہ خوف فوت صلاۃ الجنازۃ وصلاۃ العید فکذا خوف فوت الوقت۔

دلیل پنجم: آپ نماز جنازہ اور نماز عید فوت ہونے کے اندیشہ سے تیمم کی اجازت دیتے ہیں تو وقت کے فوت ہوجانے کا اندیشہ بھی تو ایسا ہی ہے۔

واجاب البحر بان فضیلۃ الوقت والاداء وصف للمؤدی تابع لہ غیر مقصود لذاتہ بخلاف صلاۃ الجنازۃ والعید فانھا اصل فیکون فواتھا فوات

بحر میں اس کا **جواب** یہ دیا ہے کہ "پنجگانہ نمازوں میں مقصود بالذات خود نماز ہے اور اس کے لیے (قضا نہ ہونے) ادا ہونے اور وقت کے اندر ہونے کی فضیلت مؤدی کی ایک صفت ہے جو اس کے

اصل مقصود[۱] اھ ھذا تمام سعیہ رحمہ اللہ تعالٰی ورحمنا بہ وقد اقرہ علی کلہ فی المنحۃ۔

تابع ہے مقصود بالذات نہیں ہے۔ مگر نمازِ جنازہ وعید خود اصل ہیں تو ان کا فوت ہونا ایک اصل مقصود کا فوت ہونا ہے" اھ یہ صاحبِ بحر کی تمام تر کاوش ہے، خدا ان پر اور ان کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔ منحۃ الخالق میں علامہ شامی نے بھی ان سب کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

اقول اولاً کون شیئ وصفا فی شیئ لایوجب کونہ غیر مقصود بالذات کوصف الایمان فی رقبۃ کفارۃ القتل بل قد[۲] یکون الوصف ھو المقصود کالاسلام فی مصرف الزکوۃ۔

اقول۔ اولاً: ایک شیئ کا دوسری شیئ کی صفت ہونا اس کے غیر مقصود بالذات ہونے کو لازم نہیں کرتا جیسے کفارۂ قتل میں دیے جانے والے غلام یا باندی میں صفت ایمان غیر مقصود بالذات نہیں بلکہ بعض اوقات خود وصف ہی مقصود ہوتا ہے جیسے مصرفِ زکوۃ میں صفتِ اسلام۔

وثانیا نحن[۳] نعلم قطعا ان المولی سبحنہ وتعالٰی کما امرنا بالصلاۃ امرنا بایقاعھا فی وقتھا وحرم اخراجھا عنہ لالعذر فالکل مقصود عینا سبحنہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وقال عزوجل حافظوا علی الصلوٰت والصلٰوۃ الوسطٰی[۴] وقال تعالٰی فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتہم ساھون[۵] وھم الذین یؤخرونھا حتی یخرج وقتھا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتھا فکان الوقت

ثانیا: ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے، تو سبھی مقصود بالذات ہے۔ ارشاد ہے: "بے شک نماز ایمان والوں پر وقت باندھا ہوا فریضہ ہے"۔ اور ارشاد ہے: "نمازوں اور بیچ والی نماز کی حفاظت کرو"۔ اور فرمایا ہے: "تو ویل (خرابی) ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل ہیں"۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نماز اس حد تک مؤخر کرتے ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے انہیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کے لیے ویل بھی قرار دیا اس لئے

---

[۱] البحرالرائق باب التیمم عند قولہ لالفوت الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۹

[۲] القرآن ۴/۱۰۳

[۳] القرآن ۲/۲۳۸

[۴] القرآن ۱۰۷/۴

مقصودا عینا۔

کہ وہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے ہیں۔ تو تو وقت بھی مقصود بالذات ہوا۔ (ت)

وثالثا لئن سلم محافظة الوقت فرض عین والجنازة فرض کفایة وصلاة العید لیست فریضة اصلا والفرض ولو مقصودا لغیرہ اھم واعظم مما دونہ ولو مقصودا لذاتہ الا تری ان لو ضاق الوقت عن الواجبات وجب اسقاطہا والاقتصار علی الفرض لایقاعہ فی الوقت واذا الامر ھکذا فاذا جاز التیمم لخوف فوت الادنی فکیف لایجوز للاعلی لاسیما وقد سقط فرض الجنازة بصلاة غیرہ۔

ثالثا: اگر آپ کی بات تسلیم کرلی جائے تو بھی یہ کہا جائے گا کہ وقت کا تحفظ فرض عین ہے اور جنازہ فرض کفایہ ہے اور نمازِ عید تو سرے سے فرض ہی نہیں (بلکہ واجب ہے) اور فرض اگرچہ مقصود لغیرہ ہو اپنے نیچے والے سے خواہ وہ مقصود بالذات ہو زیادہ عظمت واہمیت رکھتا ہے۔ دیکھئے اگر وقت اس قدر تنگ ہے کہ صرف فرائض ادا کرسکتا ہے واجبات کی گنجائش نہیں تو واجبات کو ساقط کردینا اور فرض پر اکتفا کرنا لازم ہے تاکہ ادائیگی وقت کے اندر ہوجائے۔ یہ معاملہ ہے تو جب فوتِ ادنٰی کے اندیشہ سے تیمم جائز ہو تو اعلٰی کی وجہ سے کیوں جائز نہ ہوگا جب کہ فرض جنازہ تو دوسرے کے پڑھ لینے سے ساقط ہوجاتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ورابعا قد قلتم بالتیمم لخوف فوت السنن وما ھن اصول انما شرعت مکملات للاصول وعلی التسلیم فاین التحفظ علی فریضة الوقت من التحفظ علی سنة۔

رابعا: آپ نے تو سنتیں فوت ہونے کے اندیشہ سے بھی تیمم جائز کہا ہے حالانکہ سنتیں اصل نہیں بلکہ یہ اصل کے متمم کی حیثیت سے مشروع ہوئی ہیں ــــ اور اگر یہی مان لیا جائے کہ سنتیں خود مقصود اور اصل ہیں تو بھی کہاں وقت جیسے اہم فریضہ کا تحفظ اور کہاں سنّت کا تحفظ (دونوں میں بڑا فرق ہے) (ت)

وخامسا قد سلمتم ان الفائت لا الی خلف یجوز لہ التیمم ولا شك ان الطلب الالٰھی منتھض علی ایقاع الفریضة فی وقتہا کانتھاضہ علی نفس ایقاعہا وھذا لا خلف لہ وان کانت الصلاة لہا خلف فھذا مقصود الدلیل ولا یمسہ الجواب۔

خامسا: آپ کو یہ تسلیم ہے کہ اگر فوت ہونے والی چیز ایسی ہو کہ اس کا کوئی نائب و بدل نہیں تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔ اب اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کا مطالبہ نماز کو اس کے وقت کے اندر ادا کرنے کا بھی اسی طرح ہے جیسے خود نماز پڑھنے کا ہے اور وقت کے اندر ادا کرنا ایسا امر ہے جس کا کوئی بدل نہیں اگرچہ نفسِ نماز کا بدل ہے۔ دلیل مجیب کا مقصود یہی تھا جس سے جواب کو کوئی مس نہیں۔ (ت)

وسادسها كما اقول اجمع ائمتنا رضي الله تعالى عنهم ان الجنب الخائف من البرد خارج المصر يتيمم[1] كما في الهداية وعامة الكتب وقد تقدم عن الحلية والبدائع والبحر والاسبيجابي والتمرتاشي ومعلوم ان الخوف ربما كان في الصبح اذا اصبح جنبا في ليلة باردة ويزول بعد ارتفاع الشمس ولم يأمروه بالتاخير بل اباحوا له التيمم فما هو الا لحفظ الوقت۔

دلیل ششم جیسا کہ میں کہتا ہوں: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی جسے بیرونِ شہر سردی سے خطرہ ہے وہ تیمم کرے۔ جیسا کہ ہدایہ اور عامۂ کتب میں ہے۔ اور حلیہ، بدائع، بحر، تمرتاشی کے حوالہ سے پہلے ذکر بھی ہوچکا۔ یہ معلوم ہے کہ زیادہ تر صبح کو خوف ہوتا ہے جبکہ کسی سردی کی رات میں صبح کو جنابت کی حالت میں اُٹھے۔ پھر سورج بلند ہونے کے بعد خوف نہیں رہ جاتا۔ مگر ائمہ نے اسے یہ حکم نہ دیا کہ آفتاب بلند ہونے تک نماز مؤخر کرے بلکہ اس کے لیے تیمم جائز قرار دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تحفظِ وقت ہی کے لیے ہے۔ (ت)

وسابعها كما اقول اباحوه[2] لخوف عدو ولص وسبع وحية ونار ومعلوم ان كثيرا من هذه لا يلبث الا قليلا فالنار تنطفي او تمر في ساعة او ساعتين ولم يقولوا ليصبر وان خرج الوقت۔

www.alahazratnetwork.org

دلیل ہفتم جیسا کہ میں کہتا ہوں، دشمن، چور، درندے، سانپ اور آگ کے خوف سے تیمم جائز قرار دیا گیا ہے جب کہ معلوم ہے کہ ان میں سے زیادہ تر وہ چیزیں ہیں جو تھوڑی ہی دیر رہتی ہیں۔ آگ بھی گھنٹے دو گھنٹے میں بجھ جاتی ہے یا گزر جاتی ہے۔ مگر یہ حکم نہ ہُوا کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے۔ (ت)

فان اجبت كما خطر ببالي ان التيمم ليس لحفظ الوقت وانما هو لدفع الضرر والحرج حيث كان وفي البرد والنار وامثالها ضرر وفي بعده ميلا حرج فتحقق المناط لانه اذا[3] ادرك الوقت فاراد الصلاة لا ينهى عنها ولا ينظر الا

اگر اس کے جواب میں یہ کہا جائے ۔ جیسا کہ میرے دل میں خیال آیا ۔ کہ تیمم تحفظِ وقت کے لیے نہیں بلکہ ضرر و حرج دفع کرنے کے لیے ہے جہاں بھی ہو ۔ ٹھنڈک اور آگ جیسی چیزوں میں ضرر ہے اور ایک میل دُور ہونے میں حرج ہے ۔ تو جو امر مدارِ جواز ہے وہ پالیا گیا ۔ اس لیے کہ جب نماز کا وقت آگیا اور اس نے

---

[1] الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۳۲

الی حالتہ الواھنۃ وھوفیھا متضرر او متحرج بالوضوء او الغسل فابیح لہ التیمّم۔

نماز پڑھنا چاہی تو اس سے اسے روکا نہ جائے گا اور اس کی موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس حالت میں وضو یا غسل سے واقعۃً اس کے لیے ضرر یا حرج ہے تو تیمم اس کے لیے جائز قرار دیا گیا۔ (ت)

اقول ھل یختص الحرج والضرر بمایصیب بدنہ ومالہ امر یعم مایستضربہ فی دینہ علی الاول لم اجتم لخوف فوت جنازۃ وعید وعلی الثانی ان کان علیہ ضرر فی دینہ لفوت فرض کفایۃ مع انھا قد اقیمت وواجب بل وسنۃ لاالی بدل اذلا براءۃ لعھدتہ عن ھذہ المطالبۃ الشرعیۃ الابالتیمم فضرر اعظم واشد منہ فی فوت الفریضۃ عن وقتھا ولا براءۃ لعھدتہ عن ھذہ المطالبۃ الشرعیۃ العظمی اعنی الاتیان بھا فی وقتھا الابالتیمم فیجب ان یباح۔

اقول (میں کہتا ہوں)، کیا حرج یا ضرر اسی چیز سے خاص ہے جو اس کے بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہو یا اسے بھی عام ہے جس سے اس کے دین میں نقصان وضرر ہو؟ — پہلی تقدیر پر یہ کلام ہے کہ پھر آپ نے فوت جنازہ وعید کے اندیشہ سے تیمم کیوں جائز کہا؟ — اور دُوسری تقدیر پر یہ کہ اگر اس کے دین کا نقصان اس میں ہے کہ ایک فرض کفایہ فوت ہو رہا ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے اس کی ادائیگی عمل میں آچکی اور اس میں کہ ایک واجب فوت ہو رہا ہے — بلکہ صرف ایک سنّت بھی — جس کا کوئی بدل نہیں۔ (اس لیے آپ نے تیمم کو جائز کہا) کیوں کہ بغیر تیمم کے وہ اس شرعی مطالبہ سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا — تو اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ شدید نقصان تو اس میں ہے کہ ایک فرضِ عین اپنے وقت سے فوت ہو رہا ہے اور بغیر تیمم کے اِس عظیم تر شرعی مطالبہ — وقت کے اندر ادائیگی — سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ تو لازم ہے کہ اس کے لیے بھی تیمم جائز ہو۔ (ت)

ھذا ماعندی فاستنار بحمد اللہ تعالٰی ماجنح الیہ المحقق واتباعہ من قوۃ دلیل زفر بل دلیل ائمتنا جمیعا فی الروایۃ الاخری

ھذا ماعندی (میرے علم وفکر کی رُو سے یہی ہے) اس تفصیل سے بحمد اللہ تعالٰی وہ روشن ہوگیا جس کی طرف محقق علی الاطلاق اور ان کے متبعین کا رُجحان ہے کہ امام زفر کی دلیل — بلکہ روایتِ دیگر کے لحاظ سے ہمارے سبھی ائمہ کی دلیل

www.alahazratnetwork.org

وکیفما کان لاینزل من ان یؤخذ بہ تحفظا علی فریضۃ الوقت ثم یؤمر بالاعادۃ عملا بالروایۃ المشہورۃ فی المذہب لاجرم ان قال فی الغنیۃ بعد ایراد ما قدمنا عن شمس الائمۃ وحینئذ فالاحتیاط ان یصلی بالتیمم فی الوقت ثم یتوضؤ ویعید لیخرج عن العہدتین بیقین[1] اھ

وقد نقل کلامہ ھذا فی الدر واقرہ ھو والسادۃ الاربعۃ محشوہ ح ط ش وابو السعود وقال الشامی ھذا قول متوسط بین القولین وفیہ الخروج عن العہدۃ بیقین فلذا اقرہ الشارح فینبغی العمل بہ احتیاطا ولا سیما وکلام ابن الہمام یمیل الی ترجیح قول زفر بل قد علمت انہ روایۃ عن مشایخنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنہم ونظیر ھذا مسألۃ الضیف الذی خاف ریبۃ فانہم قالوا یصلی ثم یعید[2] اھ وانما اطنبنا الکلام ھھنا لما رأینا بعض العلماء تعجب منہ حین افتیت بہ فی مجلس جمعنا و باللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق

قوی ہے ـــــ اور جیسا بھی ہو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ فریضۂ وقت کے تحفظ کے لیے اس قول کو لیا جائے پھر اعادہ کا حکم دیا جائے تاکہ مذہب کی روایتِ مشہورہ پر بھی عمل ہو جائے ـــــ شمس الائمہ کے حوالہ سے جو ہم نے پہلے بیان کیا اسے ذکر کرنے کے بعد غنیہ میں لکھا ہے:
"اس کے پیشِ نظر احتیاط یہی ہے کہ وقت کے اندر تیمم سے نماز پڑھ لے، پھر وضو کرکے اعادہ کرے تاکہ دونوں ذمہ داریوں سے یقینی طور پر سبکدوش ہو جائے"۔

ان کا یہ کلام درمختار میں نقل کرکے برقرار رکھا اور دُرِمختار کے چاروں محشی سید حلبی، سید طحطاوی، سید شامی اور سید ابو السعود نے بھی برقرار رکھا۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: "یہ دونوں قولوں کے مابین ایک درمیانی قول ہے، اور اس میں یقینی طور پر ذمہ داری سے سبکدوشی ہے۔ اسی لیے شارح نے اسے برقرار رکھا۔ تو احتیاطاً اسی پر عمل ہونا چاہیے خصوصاً جبکہ امام ابن الہمام کا کلام امام زفر کے قول کی ترجیح کی جانب مائل نظر آتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یہ تو ہمارے تینوں مشایخ سے ایک روایت ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اس کی نظیر اس مہمان کا مسئلہ ہے جسے تہمت کا اندیشہ ہو۔ اس کے بارے میں فقہاء نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے" اھ اس مقام پر ہم نے تفصیلی بحث اس لئے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۳
[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

والحمد للّٰہ رب العلمین وصلی اللّٰہ تعالٰی وسلم علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب ایک محفل میں اس پر میں نے فتوٰی دیا تو ایک عالم کو بڑا تعجب ہوا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق، اور بلندی تحقیق تک رسائی ہوتی ہے اور ساری خوبیاں اللہ تعالٰی کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ آمین۔ (ت)